مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

جلد ۲

۱۰ تا ۱۶ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹ جولائی ۱۹۸۳ء

شمارہ ۹

خصائل نبوی برشمائل ترمذی

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا ذکر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا یا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کے لئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرہ سے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ ایسا ارشاد فرمائیں کہ جو اُمت کے لئے باعث خسران بن جائے۔ جن لوگوں کو کسی دینی یا دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ارشاد فرمانا شدتِ اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا، قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اُس کے منہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے۔ (اعتدال) اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک صغیرہ کہلاتے ہیں جو وضو نماز روزہ حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے کبیرہ گناہ یعنی سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کی رعایت فرما کر اپنے فضل سے معاف فرمائیں تو یہ امر آخر ہے مگر آئینی چیز یہی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں۔ علماء نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ کی ایک کتاب اسی مضمون میں مستقل ہے جس میں چار سو کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکیؒ نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جو مصر میں چھپ گئی اُس میں نماز روزہ حج زکوٰۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چار سو سڑسٹھ ۴۶۷ مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں مشہور کبائر کو گنوایا ہے جو حسب ذیل ہیں:-

آدمی کا قتل کرنا۔ زنا کرنا۔ اغلام بازی۔ شراب پینا۔ چوری کرنا۔ کسی کو تہمت لگانا۔ سچی گواہی کا چھپانا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ کسی کا مال چھین لینا۔ بلا عذر

باقی صفحہ ۲۱ پر

ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت
مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر
علی اصغر چشتی صابری، ایم۔اے۔ ایل۔ایل۔بی

فی پرچہ:۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک
سالانہ ———— ۶۰ روپیہ
ششماہی ———— ۳۵ روپیہ
سہ ماہی ———— ۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک
سعودی عرب ———— ۲۱۰ روپیہ
کویت، امارات، شارجہ، دوبئی، اردن اور
شام ———— ۲۲۵ روپیہ
یورپ ———— ۲۹۵ روپیہ
آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا ———— ۲۸۰ روپیہ
افریقہ ———— ۲۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان ———— ۱۶۵ روپیہ

رابطہ دفتر
دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر:۔ عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع:۔ حکیم الحسن فخری انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت:۔ A/۲۰ سائٹ ریلیف ایم اے جناح روڈ، کراچی

فہرست

خصائل نبویؐ — حضرت شیخ الحدیث — ۲
نزول عیسیٰؑ — مولانا لدھیانوی صاحب — ۴
ابتدائیہ — مولانا لدھیانوی صاحب — ۵
محمد احمد کی مذہبی حیثیت — علی اصغر چشتی صابری — ۷
غزوۂ احد — علی اصغر چشتی صابری — ۱۲
مرزا کے دعاوی باطلہ — علی اصغر چشتی صابری — ۱۷
نظم — چشتی — ۲۳

شعبۂ کتابت:۔ حافظ عبدالستار دانش کمالی، غلام نبی نسیم

ملتِ اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

رفع ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام

کے بارے میں تیرھویں صدی کے اکابرین امت کا عقیدہ

تحریر: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

شیخ حسن شطی کا عقیدہ

الشیخ الامام حسن بن عمر بن معروف الشطی الدمشقی الحنبلی (۱۲۰۵ھ-۱۲۷۴ھ) مختصر لوامع الانوار البہیۃ میں لکھتے ہیں:

العلامۃ الثالثۃ ان ینزل من السماء السید المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام - ونزولہ ثابت فی الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ.....

قیامت کی علامات کبریٰ میں سے تیسری علامت یہ ہے کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کا نزول کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

واما الاجماع فقد اجمعت الامۃ علی انہ ینزل ویحکم بہذہ الشریعۃ المحمدیۃ ولیس ینزل بشریعتہ مستقلۃ عند نزولہ من السماء - وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ وھو متصف بہا - (ص۱۱۸)

رہا اجماع! تو پوری امت کا اجماع ہے کہ وہ نازل ہوں گے اور اس شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مطابق عمل کریں گے۔ آسمان سے نازل ہونے کے وقت اپنی شریعت پر عمل نہیں کریں گے۔ گرچہ نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگی اور وہ اس کے ساتھ متصف ہوں گے۔

علامہ محمد بن محمد الامیر کا عقیدہ

الشیخ العلامہ محمد بن محمد الامیر شرح جوہرۃ التوحید کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

(قولہ فلا تجتمعا) احترازعن عیسیٰ ونحوہ کانبیاء بنی اسرائیل بعد موسیٰ فانہم ابتدئت نبوتہم بعدہ وارسال موسیٰ تقید بحیاتہ فہم مستقلون واما عیسیٰ بعد محمد فکاحد المجتہدین بالقرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔

(حاشیۃ الامیر علیٰ شرح جوہرۃ التوحید ص۱۱۶ ط۔ مطبوعہ ازہریہ مصر ۱۳۰۹ھ)

مصنف کا قول "پس نئی نبوت نہیں آئے گی" یہ احتراز ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء بنی اسرائیل جیسی نہیں ہوگی کیونکہ ان کی نبوتوں کی ابتداء موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ان کی حیات تک محدود تھی پس وہ حضرت اپنی نبوت میں مستقل تھے لیکن رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا تو ان کی حیثیت اس امت کے ایک مجتہد کی ہوگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔

مجلس اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ ختم نبوت

الحمد للّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بعده

دستوری کمیشن اور قادیانی

ان کالموں میں متعدد بار اس امر کی ـــــــــ نشاندہی کی جا چکی ہے کہ موجودہ حکومت مختلف طریقوں سے قادیانیوں کو نہ صرف مسلمانوں کی صف میں شامل کرنے کی کوشش کر رہی ہے بلکہ انہیں اسلامی برادری کی قیادت و رہنمائی کے فرائض بھی سپرد کر رہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو جس طرح اسلامی کانفرنس میں مدعو کر کے ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کی پذیرائی کی گئی اور اس قادیانی کو جس طرح اسلامی سائنس کمیشن کا چیئرمین تجویز کیا گیا ہے اس پر بھرپور احتجاج کے باوجود حکومت نے کسی وضاحت یا معذرت کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اب جو دستوری کمیشن مقرر کیا گیا ہے، مولانا شاہ احمد نورانی کے انکشاف کے مطابق اس کے تین مشیروں میں ایک قادیانی ہے۔ مولانا نورانی کے بیان کا اخباری متن حسب ذیل ہے:

"ملک قادیانی اسٹیٹ کے قیام کی طرف گامزن ہے"

کراچی ۱۴ جولائی (پ ر) حکومت نے جس ڈھانچے کا چودہ اگست کو اعلان کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ آج اسکے بارے میں کمیشن کے قیام کے اعلان کے بعد ہمارے شکوک یقین کو پہنچ گئے کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر لاکھوں جانوں کی قربانی اور عزت و آبرو کو داؤ پر لگا کر حاصل کیا گیا تھا قادیانی اسٹیٹ کیطرف گامزن ہے یہ بات علامہ شاہ احمد نورانی نے تحریک نظام مصطفےٰ نارتھ کراچی کی جانب سے دی گئی ایک افطار پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے کمیشن کے مشیروں کی جس تین رکنی ٹیم کا اعلان کیا ہے اس میں ایک شخص محمد اسد نامی کی مذہبی حیثیت مشکوک ہے اس شخص کی قابلیت کا پس منظر قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بتایا گیا ہے اس ترجمہ کی ایک کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔ جس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کی نفی کی ہے اور ختم نبوت کی تشریح اسی انداز میں کی گئی ہے کہ جیسے قادیانی لاہوری یا مرزائی کرتے ہیں۔ اگر کوئی نام نہاد مسلمان اس شخص کے ترجمہ سے اتنا ہی متاثر ہے تو وہ اس کو خود پڑھ کر کسی بھی تفسیر سے اس کا موازنہ کرے بصورت دیگر میں اس شخص کے ترجمہ پر دنیا کے کسی بھی مقام پر مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کمیشن کے قیام پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نام نہاد کمیشن

کے شرکاء اگر مسلمان ہیں اور ان میں ایمان کی معمولی سی رمق بھی موجود ہے تو انہیں اس کمیشن سے فوری طور پر کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے کیونکہ اول تو ایک متفقہ دستور کی موجودگی میں کسی سیاسی ڈھانچہ کو تیار کرنا ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ چھ کے تحت غداری کے مترادف ہے اور کسی ڈھانچہ کی تشکیل یا اس کی مشاورت غدار کی طرفداری کے مترادف ہے جب کہ اس کمیشن میں ایسا فرد مشیر کی حیثیت سے شامل ہو کر جس کی مذہبی حیثیت بھی مشکوک ہے اور اس نے قرآن پاک کے ترجمہ میں قادیانی اعتقادات کو تحفظ دیا جب کہ ۷۳ء کے آئین کی سب سے خاص بات قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جانا ہے۔ ہم کسی قادیانی سے اسلامی نظام حکومت کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں۔"

(روزنامہ جنگ، کراچی ۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء)

مولانا نورانی کے جواب میں دستوری کمیشن کے چیئرمین جناب ظفر احمد انصاری نے فرمایا کہ کمیشن پر قادیانی اثرات کا الزام سیاسی چال ہے۔

"مولانا انصاری نے کمیشن پر قادیانی اثرات کے الزام کو مضحکہ خیز اور ایک سیاسی چال قرار دیا اور کہا کہ ہم تو پہلے ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور پھر جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کے خلاف مقدمہ لڑنے میں اہم کردار ادا کر چکے ہیں۔" (جنگ کراچی۔ ۱۶ جولائی ۸۳ء)

افسوس ہے کہ انصاری صاحب کا یہ جوابی بیان یکسر غیر متعلق ہے۔ کیونکہ مولانا نورانی نے جس شخص پر قادیانی ہونے کا الزام لگایا انصاری صاحب کے بیان میں اس کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی، بلکہ صرف "در مدح خویش میگویم" کے طور پر بتایا گیا ہے کہ (یعنی مولانا انصاری) قادیانیوں کے خلاف کوئی کام کر چکے ہیں۔ تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ "محمد اسد" قادیانی نہیں، مولانا انصاری کو چاہیے تھا کہ پہلے اس امر کی تحقیق کرتے کہ عقائد میں نام نہاد علامہ محمد اسد مسلمانوں کے عقائد رکھتے ہیں۔ یا قادیانیوں کے ہم نوا ہیں؟

اگر مولانا انصاری دلائل سے ثابت کر دیتے کہ اس شخص کے عقائد واقعی مسلمانوں کے عقائد ہیں تو مولانا نورانی کا الزام از خود غلط ہو جاتا۔ لیکن اگر تحقیق کے بعد یہ ثابت ہو جاتا کہ اس شخص کے عقائد قادیانیوں کے موافق ہیں تو مولانا انصاری اور کمیشن کے دوسرے ارکان کی ایمانی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ اس شخص کے دستوری کمیشن کے مشیر مقرر کئے جانے پر احتجاج کرتے۔ اور اگر ان کا یہ احتجاج مؤثر نہ ہوتا تو ایسے کمیشن پر دو حرف بھیج کر باہر نکل آتے جس میں ایک ایسے مشکوک کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ چونکہ مولانا انصاری نے اس متنازعہ فیہ شخصیت کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی اس لئے مولانا نورانی کا الزام اب تک قائم ہے، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حکومت اور مولانا انصاری صاحب نے "محمد اسد" کے بارے میں خاموشی اختیار کر کے مولانا نورانی کے الزام کو تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ مولانا نورانی کی جماعت کے ایک راہنما جناب شاہ فرید الحق صاحب نے بڑے وثوق اور تحدی سے اعلان کیا ہے کہ یہ شخص قادیانی عقائد رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا:

"مولانا انصاری نے لیوپولڈ اسد کو "علامہ" کے محترم خطاب سے یاد کیا ہے۔ جبکہ لیوپولڈ اسد پولش نژاد یہودی ہے۔ جو اسلام قبول کرنے کے بعد پاکستان کی سول سروس میں ایک قادیانی وزیر (غالباً

دستوری کمیشن کے رکن

محمد اسد صاحب کی مذہبی حیثیت

”دی میسج آف دی قرآن“ کے آئینے میں

تحریر: علی اصغر چشتی صابری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام
علی من لا نبی بعدہٗ

اخبار بینی بڑی اچھی چیز ہے۔ اخبار دیکھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ معاشرہ میں اخبار دیکھنے والوں کی اچھی خاصی وقعت ہوتی ہے۔ ایسے حضرات کسی بھی مجلس میں بیٹھ کر عالمی اور ملکی سطح پر کسی نئے تازے موضوع کو زیر بحث لا کر خود بھی محظوظ ہو سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی محظوظ کر سکتے ہیں۔ بعض حضرات اخبار بینی کی عادت سے اتنے مجبور ہوتے ہیں۔ کہ صبح آنکھ کھلتے ہی اخبار سے شوق فرمائے بغیر بستر راحت سے ان کے لئے الگ ہونا گویا ناممکن سا ہوتا ہے۔ مجھے تو ایسے لوگوں پر بڑی حیرت ہوتی ہے۔ جو آج کل کے اس دور میں بلا جھجک بالکل بے دھڑک ہو کر اخبار فروش کے ہاتھ سے اخبار لے لیتے ہیں۔ اور پڑھنے لگ جاتے ہیں ورنہ اپنی حالت تو یہ ہے کہ اخبار دیکھتے ہی کئی دعائیں یاد آ جاتی ہیں۔ پیشانی، کیا سر کے بال بھی پسینے سے تر ہو جاتے ہیں۔ اور عالم اضطراب میں اللہ اللہ کر کے اخبار کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ بھی ایک دور تھا جب ہم اخبار بینی کے فوائد پر مضامین لکھا کرتے تھے۔ حالانکہ اخبار دیکھنے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔ آج تو جہاں بھی جاتے ہیں اخبار سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ چائے پینے کے لئے ہوٹل جاتے ہیں تو اخبار ٹیبل پر اس انداز سے پڑا ہوا پاتے ہیں۔ گویا صبح سے ہمارے ہی انتظار میں ہے۔ حالانکہ اب ہم وہ نہ رہے جو پہلے تھے۔ اخبار بینی سے کافی اکتاہٹ ہو چکی ہے۔ کوئی مقصد کی بات تو ہوتی نہیں۔ ایک دن کچھ ہوتا ہے۔ تو دوسرے دن کچھ اور ہوتا ہے۔ آئے دن کی مصیبتیں اخبار میں جمع ہوتی ہیں جن کے پڑھنے سے دل پر خواہ مخواہ کا بوجھ پڑتا ہے۔ بایں ہمہ چونکہ اخبار بینی کی عادت کافی عرصہ سے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہے۔ اس لئے اب راستے میں اس کا ساتھ چھوڑ دینا بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا......

کل کے اخبار پر پہلی نظر پڑی۔ تو شہ سرخی کے ساتھ ہی ظفر احمد انصاری صاحب کا فوٹو نظر آیا۔ ان آنکھوں نے جناب مذکور کو پہلے بھی کئی بار دیکھا تھا۔ لیکن اس انداز سے نہیں۔ ....اخبارات میں ان کے بیانات بھی دیکھے تھے لیکن اتنی بڑی سرخی کے ساتھ نہیں۔ تعجبانہ انداز سے سرخی پڑھی تو معلوم ہوا کہ حال ہی میں جس دستوری کمیشن کو تخلیق کیا گیا ہے۔ حضرت اس کے سربراہ ہیں۔ اور اب اس ملک میں رہنے والوں کا مستقبل بڑی حد تک ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ پورے بیان میں مندرجہ ذیل کلمات خصوصی توجہ کے لائق نکلے۔

”روزنامہ جنگ کے خصوصی نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کمیشن پر قادیانی اثرات کا الزام سیاسی چال اور مضحکہ خیز ہے۔ ہم تو پہلے ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور پھر جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کے خلاف

مقدمہ لڑنے میں اہم کردار ادا کر چکے ہیں۔"

مجھے چونکہ اس بیان کا بیک گراؤنڈ معلوم نہیں تھا اس لئے ۱۶ جولائی کا اخبار دیکھنا پڑا۔ جس میں مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے عالم وجود میں آنے والی اس عالیہ دستوری کمیشن کے ایک رکن محمد اسد صاحب کو مذہبی لحاظ سے مشکوک قرار دیا ہے۔ اور انگلش میں اس کے کئے گئے ترجمۂ قرآن کے حوالے سے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ اس نے اپنے ترجمہ میں قادیانی عقائد کے تحفظ پر زور دیا ہے۔

مولانا نورانی صاحب کے بیان کو مدنظر رکھ کر جب میں نے ظفر احمد انصاری صاحب کے اس جوابی بیان کا بغور مطالعہ کیا۔ تو یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ انصاری صاحب نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ دراصل خود مضحکہ خیز ہے۔ من چہ سرایم و طنبور من چہ سر ایمد والی بات ہے۔ نورانی صاحب محمد اسد کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔ انصاری صاحب اپنی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملا رہے ہیں۔ انصاری صاحب کو چیئرمین شپ کیا ملی اب وہ بات ہی نہیں سمجھتے۔ اٹھتے بیٹھتے ہوئے، اُڑتے ہوئے بس اپنے منہ میاں مٹھو بول رہے ہیں۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ معلوم نہیں چند قدم آگے بڑھ کر جناب عالی کیا کچھ گل کھلائیں گے۔ ہم تو اس موقع پر یہی کہہ سکتے ہیں۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

انصاری صاحب کو اگر وکالت کرنی ہی تھی۔ تو اسد صاحب کی طرف سے ٹھوس وکالت کر لیتے۔ کسی کو کچھ کہنے کا موقعہ ہی نہ ملتا۔ اور اسد صاحب بھی خوش ہو جاتے۔ لیکن ایسا کرنا ان کے لئے تب ممکن ہوتا۔ جب ان کے پاس ٹھوس دلائل بھی ہوتے۔ ٹھوس دلائل کی غیر موجودگی میں جو وکیل اپنے مؤکل کی وکالت کرتا ہے۔ اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جس طرح انصاری صاحب کی ہے۔

بہرحال ہم نے اس سلسلے میں خود تحقیق کی سردست محمد اسد کے ترجمۂ قرآن (دی میسج آف دی قرآن) کے ان مقامات کا مطالعہ کیا۔ جن کی نشاندہی مولانا نورانی صاحب نے اپنے چیلنج میں کی تھی۔ خاص کر آیت " و اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ الخ .... اور اس سلسلے کی دیگر آیات کا گہرا مطالعہ کیا۔۔ پھر مرزا بشیر الدین محمود، مولوی شیر علی قادیانی، ملک غلام فرید قادیانی، چودھری ظفر اللہ خان قادیانی اور محمد علی لاہوری کے تراجم سے اس کا موازنہ کیا۔ تو سب کو ایک جیسا پایا۔

محمد اسد صاحب انی متوفیک و رافعک الیّ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

I shall cause Thee To die and shall exalt Thee Unto me -

ہوبہو انہی الفاظ کے ساتھ محمد علی لاہوری نے آیتِ بالا کا ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۱۴۷ دی قرآن" کا چھٹا ایڈیشن

۲۔ شیر علی قادیانی نے چونکہ مرزا بشیر الدین محمود کے اردو ترجمہ کا ترجمہ کیا ہے۔ اس لئے "ٹو ڈائی" کے بعد "نیچرل ڈیتھ" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ مرزا بشیر الدین محمود کے ترجمہ میں یہ الفاظ بریکٹ کے اندر ہیں۔

ملاحظہ ہو، ترجمہ شیر علی قادیانی طبع ربوہ۔ صفحہ ۴۵ چھوٹا سائز

۳۔ ملک غلام فرید قادیانی نے بھی شیر علی قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی طرح " آئی شل کاز دی ٹو ڈائی" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

دیکھئے دی ہولی قرآن صفحہ ۱۴۲ طبع ربوہ۔ بار اوّل۔

۴۔ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کے الفاظ بھی یہی ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود ایت یا عیسیٰ انی متوفیک کے تحت لکھتے ہیں۔ " (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے

کہا اے عیسیٰ میں تجھے (طبعی طور پر) وفات دوں گا اور تجھے
اپنے حضور میں عزت بخشوں گا۔ اور کافروں کے (الزامات) سے
تجھے پاک کروں گا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۱

ترجمہ مرزا بشیر الدین محمود

اسد صاحب نے یہاں ہو بہو محمد علی لاہوری کے ترجمہ
کی متابعت کی ہے۔ اور اس آیت کی تشریح کے لئے " بل
رفعہ اللّٰہ الیہ " کے تحت تشریح کا حوالہ دیا ہے۔ یہاں یہ
نہ سمجھنا چاہیئے کہ "نیچرل ڈیتھ" کے الفاظ چھوڑ کر محمد اسد
صاحب نے قادیانی تراجم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ یہ الفاظ ان
تراجم میں بھی درحقیقت اضافی ہیں اصل نہیں۔ مرزا بشیر الدین
محمود نے چونکہ "طبعی طور پر" کے الفاظ بریکیٹ کے اندر
استعمال کئے ہیں۔ اس لئے دیگر قادیانی مفسرین نے بھی
ان کی تتبع میں ایسا کیا ہے۔ محمد علی لاہوری نے یہ الفاظ استعمال
نہیں کئے۔ جب کہ عقیدہ اسکا اور انکا ایک ہے۔ "آئی شل
کاز دی ٹو ڈائی" سے ان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

محمد اسعد صاحب بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے تحت تشریحاً لکھتے
ہیں۔ کہ رفع کا فعل جب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب ہوتا
ہے۔ تو اس سے مراد لفظی رفع نہیں ہوتا بلکہ عزت مراد
ہوتی ہے۔ جس طرح رافعك میں عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب
کیا گیا ہے۔ ایسے ہی یہاں ان کے متعلق رفع کا لفظ استعمال
ہوا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام
کے رفع جسمانی کا عقیدہ رکھنے والوں کے لئے وارنٹ موجود ہے۔

ملاحظہ فرمایئے

3 THE HOUSE OF 'IMRĀN

إِذْ قَالَ اللَّهُ
يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ
الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ
تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾

✓ (55) Lo! God said: "O Jesus! Verily, I shall cause thee to die, and shall exalt thee unto Me, and cleanse thee of [the presence of] those who are bent on denying the truth; and I shall place those who follow thee [far] above those who are bent on denying the truth, unto the Day of Resurrection. In the end, unto Me you all must return, and I shall judge between you with regard to all on which you were wont to differ."[45]

45 This refers to all who revere Jesus (i.e., the Christians, who believe him to be "the son of God", and the Muslims, who regard him as a prophet) as well as to those who deny him altogether. Regarding God's promise to Jesus, "I shall exalt thee unto Me", see *sūrah* 4, note 172.

" وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم "
کے تحت لکھتے ہیں کہ اس بارے میں خیالی داستان گو مفسرین
نے قرآن مجید کے بیان کو انجیل کے بیان کے مطابق کرنے کے لئے
کئی داستانیں گھڑ لی ہیں۔ جنہیں لایعنی کوششوں کے سوا کچھ
نہیں کہا جا سکتا۔ حالانکہ و لکن شبه لهم میں اس پورے
واقعہ کی تفصیل موجود ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک
"ولکن شبه لهم" کی اس سے بہتر کوئی تشریح نہیں ہو
سکتی کہ اسے "ولکن خیل لهم" سے تعبیر کیا جائے۔
دیکھئے

AN-NISĀ' SŪRAH

عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن
شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم

calumny which they utter against Mary,[170] (157) and their boast, "Behold, we have slain the Christ Jesus, son of Mary, [who claimed to be] an apostle of God!" However, they did not slay him, and neither did

they crucify him, but it only seemed to them [as if it had been] so;[171] and, verily, those who hold conflicting views thereon are indeed confused, having no [real] knowledge thereof, and following mere conjecture. For, of a certainty, they did not slay him: (158) nay, God exalted him unto Himself[172] – and God

بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل
رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِن مِّنْ

171 Thus, the Qur'ān categorically denies the story of the crucifixion of Jesus. There exist, among Muslims, many fanciful legends telling us that at the last moment God substituted for Jesus a person closely resembling him (according to some accounts, that person was Judas), who was subsequently crucified in his place. However, none of these legends finds the slightest support in the Qur'ān or in authentic Traditions, and the stories produced in this connection by the classical commentators must be summarily rejected. They represent no more than confused attempts at "harmonizing" the Qur'anic statement that Jesus was *not* crucified with the graphic description, in the Gospels, of his crucifixion. The story of the crucifixion as such has been succinctly explained in the Qur'anic phrase *wa-lākin shubbiha lahum*, which I render as "but it only appeared to them as if it had been so" – implying that in the course of time, long after the time of Jesus, a legend had somehow grown up (possibly under the then-powerful influence of Mithraistic beliefs) to the effect that he had died on the cross in order to atone for the "original sin" with which mankind is allegedly burdened; and this legend became so firmly established among the latter-day followers of Jesus that even his enemies, the Jews, began to believe it – albeit in a derogatory sense (for crucifixion was, in those times, a heinous form of death-penalty reserved for the lowest of criminals). This, to my mind, is the only satisfactory explanation of the phrase *wa-lākin shubbiha lahum*, the more so as the expression *shubbiha lī* is idiomatically synonymous with *khuyyila lī*, "[a thing] became a fancied image to me", i.e., "in my mind" – in other words, "[it] seemed to me" (see *Qāmūs*, art. *khayala*, as well as Lane II, 833, and IV, 1500).

172 Cf. 3:55, where God says to Jesus, "Verily, I shall cause thee to die, and shall exalt thee unto Me." The verb *rafa'ahu* (lit., "he raised him" or "elevated him") has always, whenever the

act of *raf'* ("elevating") of a human being is attributed to God, the meaning of "honouring" or "exalting". Nowhere in the Qur'ān is there any warrant for the popular belief that God has "taken up" Jesus bodily, in his lifetime, into heaven. The expression "God exalted him unto Himself" in the above verse denotes the elevation of Jesus to the realm of God's special grace – a blessing in which all prophets partake, as is evident from 19:57, where the verb *rafa'nāhu* ("We exalted him") is used with regard to the Prophet Idrīs. (See also Muḥammad 'Abduh in *Manār* III, 316 f., and VI, 20 f.) The "nay" (*bal*) at the beginning of the sentence is meant to stress the contrast between the belief of the Jews that they had put Jesus to a shameful death on the cross and the fact of God's having "exalted him unto Himself".

معجزاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ
تمام الفاظ استعارةً استعمال کئے گئے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرنا
جذامی اور اندھے کو اچھا کرنا یہ سب کچھ روحانی طور پر تھا نہ کہ
واقعی ایسا ہوتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ
وَٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ أَنِّى
قَدْ جِئْتُكُم بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّىٓ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ
كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ
ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ وَأُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم
بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِى بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَةً لَّكُمْ

"I HAVE COME unto you with a message from your Sustainer. I shall create for you out of clay, as it were, the shape of [your] destiny, and then breathe into it, so that it might become [your] destiny by God's leave;[37] and I shall heal the blind and the leper, and bring the dead back to life by God's leave;[38] and I shall let you know what you may eat and what you should store up in your houses.[39] Behold, in all this there is

indeed a message for you, if you are [truly] believers.

(50) "And [I have come] to confirm the truth of whatever there still remains[*] of the Torah, and to make lawful unto you some of the things which [aforetime] were forbidden to you. And I have come unto you with a message from your Sustainer; remain, then, conscious of God, and pay heed unto me.

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ
وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن
رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

37 Lit., "[something] like the shape of a bird (*ṭayr*); and then I shall breathe into it, so that it might [or "whereupon it will"] become a bird . . .". The noun *ṭayr* is a plural of *ṭā'ir* ("flying creature" or "bird"), or an infinitive noun ("flying") derived from the verb *ṭāra* ("he flew"). In pre-Islamic usage, as well as in the Qur'ān, the words *ṭā'ir* and *ṭayr* often denote "fortune" or "destiny", whether good or evil (as, for instance, in 7 : 131, 27 : 47 or 36 : 19, and still more clearly in 17 : 13). Many instances of this idiomatic use of *ṭayr* and *ṭā'ir* are given in all the authoritative Arabic dictionaries; see also Lane V, 1904 f. Thus, in the parabolic manner so beloved by him, Jesus intimated to the children of Israel that out of the humble clay of their lives he would fashion for them the vision of a soaring destiny, and that this vision, brought to life by his God-given inspiration, would become their real destiny by God's leave and by the strength of their faith (as pointed out at the end of this verse).

38 It is probable that the "raising of the dead" by Jesus is a metaphorical description of his giving new life to people who were spiritually dead; cf. 6 : 122 – "Is then he who was dead [in spirit], and whom We thereupon gave life, and for whom We set up a light whereby he can see his way among men – [is then he] like unto one [who is lost] in darkness deep, out of which he cannot emerge?" If this interpretation is – as I believe – correct, then the "healing of the blind and the leper" has a similar significance: namely, an inner regeneration of people who were spiritually diseased and blind to the truth.

قارئین کرام کی سہولت کے لئے ہم نے محمد اسد صاحب کے ترجمۂ قرآن سے متعلقہ اقتباسات پیش کئے۔ انہیں پڑھ کر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ محمد اسد صاحب نے قرآن مجید کا جو ترجمہ اور تفسیر کی ہے۔ اس میں قادیانی عقائد کا تحفظ کیا گیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی سے انکار اس بات کے لئے ایک ٹھوس ثبوت ہے کہ جناب مذکور۔ عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور عقیدۂ حیات عیسیٰؑ کے بھی منکر ہیں۔

عقیدۂ حیاتِ عیسیٰ (علیہ السلام) کا چونکہ پوری امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اور قرآن و حدیث سے صراحتہً ثابت ہے۔ اس لئے ہم یہ کہتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ کہ محمد اسد صاحب ان عقائد کی وجہ سے "مشکوک" ہیں۔ اور ایسے "مشکوک شخص" کو ایسی اہم ذمہ داری سونپنا خالی از خطر نہیں۔ "فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم" کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی محمد اسد صاحب نے وفات مسیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی ہم نے پورے ترجمہ کا مطالعہ نہیں کیا "تاہم ہمیں یقین ہے۔ کہ اس نے اور بھی کئی مقامات پہ ترجمۂ قرآن مجید میں "قادیانی مفسرین کی طرح اپنی طبع زاد "تاویلیں گھڑ لی ہوں گی۔

انصاری صاحب کو اگر اب بھی اس مشکوک شخص کی مشکوک حیثیت کے بارے میں شک ہو۔ تو ہمارے پاس ایسے شک کے ازالہ کے لئے ڈھیروں دلائل موجود ہیں۔ لیکن اگر انہیں اسد صاحب کے ساتھ عقیدت ہے۔ تو پھر ہمارے لئے ان کو سمجھانا مشکل ہے کیونکہ عقیدت اندھی ہوتی ہے۔ میرے خیال سے اخباری نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے انہیں اس بات کا خیال نہ رہا۔ کہ آج کل کے اس اخباری دور میں تو اخباری بیان امتحان کی طرح یکرم الرجل او یہان کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہرحال اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ہم بالآخر یہی عرض کریں گے۔ کہ محمد اسد جیسے مشکوک شخص کو ایسی اہم ذمہ داری سونپنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ نیز اپنے قارئین کرام اور مسلم برادری کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ملک و ملت اور عقائد کے تحفظ کے سلسلے میں بیدار ہو کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شب تاریک بیم موج گرداب چنیں ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا!

alcop المونیم کمپنی آف پاکستان (انڈسٹریز) لمیٹڈ
سیلز آفس: میریٹ روڈ ۔ کراچی ۔ فون: ۲۲۱۷۲۸ - ۲۲۴۸۸۵
ریجنل آفس: ۵ ۔ رحیم پلازہ ۱۲۰ ۔ مری روڈ ۔ راولپنڈی ۔ فون: ۶۴۹۲۱
Telex : 25713 ALCOP PK

AC-7-82 design

غزوۂ اُحُد

حق و باطل کا عظیم الشان معرکہ

جس کے آج چودہ سو سال پورے ہو گئے

از: [illegible] صابری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کو جتنا دبایا جائے۔ اتنا ہی یہ ابھرتا ہے۔ اسے جتنا چھپایا جائے یہ اتنا ہی نمایاں ہوتا ہے۔ اسے مٹانے کے لئے جتنی بھی کوشش کی جائے یہ مٹ نہیں سکتا۔ باطل قوتیں اس کو اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ لگائیں اسے ہٹا نہیں سکتیں......

حق کو دبانے والا خود دب جاتا ہے۔ اس کا چھپانے والا خود چھپ (گمنام ہو) جاتا ہے۔ اسے مٹانے کی کوشش کرنے والا خود مٹ جاتا ہے۔ اور جو اس کے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ بالآخر پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے..

باطل اپنا سر اٹھاتا ہے۔ دیکھنے والے اسے دیکھ کر یہ باور کر لیتے ہیں۔ کہ اب یہ سر اونچا ہی رہے گا۔ کوتاہ بین نگاہوں کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ (بظاہر مل) خوش کن نظارہ اب ہمیشہ کے لئے ان کی لطف اندوزی کا ذریعہ رہے گا۔ سیاہ آئینہ رکھنے والے جب اس کے عکس کو اپنے آئینہ میں دیکھ لیتے ہیں۔ تو خوشی کے مارے پھول جاتے ہیں...

......لیکن جیسے ہی حق کی قوت نمودار ہو جاتی ہے۔ باطل کا سر جھک جاتا ہے۔ حق کی نگاہ باطل کی طرف اٹھتی ہے۔ تو باطل جل جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ اور اب انھیں دیکھنے والوں پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے۔ کہ ہر ایک چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی۔ دور سے پانی دکھائی دینے والا سراب پانی نہیں ہوتا اور سخت پتھر کے پہاڑ جو دور سے بہت ہی خوبصورت نظر آتے ہیں، درحقیقت اتنے خوبصورت نہیں ہوتے۔ "قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والی ہی چیز ہے۔

جب پوری کی پوری انسانیت اپنے فطری تقاضہ کو بھلا بیٹھی۔ ظلم و بربریت کی سیاہی عالم کے ذرہ ذرہ میں سرایت کر گئی۔ تو باطل پوری آب و تاب کے ساتھ اپنا پُر فریب نظارہ دکھانے لگا۔ بدقسمت اور کوتاہ بین۔ اس نظارہ کو دیکھ کر ایسے مسحور ہو گئے۔ کہ آفتاب ہدایت طلوع ہو جانے کے بعد بھی ان کی آنکھیں بند رہیں۔ انہوں نے اس آفتاب عالمتاب سے مستفیض ہونے کے بجائے اپنی آنکھوں کو بند کر رکھا۔ اور اس روشنی سے محروم ہو گئے۔ جس کی بدولت یہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

ہاں وہ خوش قسمت جنہوں نے اپنی آنکھوں کو کھلا رکھا۔ آفتاب ہدایت کے کرشمے انہیں نظر آنے لگے۔ ان کے دل و دماغ پر باطل کی جو دھول چھائی ہوئی تھی۔ وہ بالکل صاف ہو گئی۔ ان کے دلوں کے زنگ آلود آئینے آبدار ہو گئے۔ حقائق ان پر کھل گئے۔ اور اب انہوں نے ان بدقسمت شپرہ چشم اور

باطل پرست اشخاص کو سمجھانا شروع کیا جو اظہر من الشمس حقائق سے اپنی باطل پرستی کی بنا پر انکار کر رہے تھے۔

حق کی آواز ایسی ہے۔ کہ باطل پرست اس کا سننا گوارا نہیں کر سکتا۔ حق کی آواز بلند کرنا باطل پرست قوتوں کے لئے چیلنج ہوتا ہے۔ جس نے حق کا نعرہ لگایا۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ اُسے آرام سے رہنے نہیں دیا گیا۔ جس نے حق بات کہی اُسے اس پھولوں سے بھرے ہوئے باغ میں خارزار کے سوا کچھ نہ ملا اور یہ سب کچھ ہوتا رہا از آدم تا ایندم

حق کا نعرہ بلند کرنا بظاہر جتنا آسان معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت اتنا آسان نہیں۔ پھول تک رسائی جتنی معمولی معلوم ہوتی ہے۔ در اصل اتنی معمولی نہیں ہوتی۔ محبوب کے حسین چہرہ کا دیدار جہاں بہت ہی جانفزا ہوتا ہے۔ وہاں اس تک پہنچنا بھی کافی روح فرسا ہوتا ہے۔ محبوب کا دیدار حاصل ہوتا ہے۔ تو سردار پر.... پھول چنا جاتا ہے۔ تو پہلے گزرنا پڑتا ہے۔ خارزار پر... اگر آپ کو یقین نہ آئے۔ تو ایک نظر ڈال لیجئے ان گذرے ہوئے..... ادوار پر۔ کیا خوب کہا مولانائے رومؒ نے۔

؎ دیدار متاع یار کہ بردار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشند

یہ ایک ایسا محسوس اصول ہے جس کا اطلاق کسی ایک دور پہ نہیں، کسی ایک قوم پہ نہیں، کسی ایک فرد پہ نہیں، بلکہ سارے ادوار پہ، سارے اقوام پہ اور سارے افراد پہ ہوتا رہا...... ہوتا ہے... اور ہوتا رہے گا۔ چنانچہ اس چرخ فلک نے سرزمین عرب پہ یہ نظارہ اُس وقت دیکھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل پرستوں کے ایک جم غفیر میں بآواز بلند "قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا" کا نعرہ لگایا۔

بظاہر یہ نعرہ کیا ہے بس چند الفاظ کا مجموعہ ہے۔ لیکن اس کی قدر و قیمت، اس کی اہمیت اور اس کا وزن وہی جانتے ہیں۔ جو اس کے اسرار و رموز سمجھنے کے قابل ہوں۔ یہ درحقیقت حق کا نعرہ تھا۔ جس کو سنتے ہی باطل لرزہ براندام ہونے لگا۔ اور اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اب اس کا زندہ رہنا مشکل اور بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ پانی اور آگ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن اہل باطل پھر بھی ہٹ دھرم ہو کر حق کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس طرح سنہ ۲ھ کو حق اور باطل کے درمیان ایک عظیم الشان معرکہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں باطل کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ ستر بت پرستوں نے ذلت کے ساتھ موت کا پیالہ پی لیا اور بہت سے پابہ زنجیر ہوئے۔ اس جانی نقصان کے علاوہ انہیں مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

قبائل عرب کا یہ دستور تھا۔ کہ باہمی چپقلش کی وجہ سے اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص قتل ہو جاتا۔ تو مقتول کا قبیلہ جب تک قاتل کے قبیلہ سے انتقام نہ لیتا۔ چین کا سانس لینا اپنے لئے حرام سمجھتا۔ مکۃ المکرمہ میں مسلمانوں کی قوت جیسے بھی تھی بہرحال انہیں جہاد کرنے کا حکم نہیں تھا۔ اور اس لئے کفار مکہ کی طرف سے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ آئے دن ٹوٹتے رہے۔ مسلمان بہت ہی صبر اور خوبی کے ساتھ ان مصائب کو برداشت کرتے رہے۔ لیکن ہجرت الی المدینہ کے بعد غزوۂ بدر میں جب کفار مکہ نے مسلمانوں کی قوت ایمانی اور تائید خداوندی کا اندازہ لگایا۔ تو بوکھلا اٹھے۔ اور اب انہیں رسوخ کے ساتھ یہ یقین ہوا۔ کہ اگر مسلمان مزید کچھ عرصہ تک چین اور اطمینان کے ساتھ رہے۔ تو ان کی افرادی قوت بڑھ جائے گی۔ معاشی حالات مستحکم ہو جائیں گے اور اس طرح پورے عرب کو وہ اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ اس صورت حال میں ان کے ذہن میں جو بات آئی وہ یہی تھی۔ کہ اب کسی طرح مسلمانوں کا خاتمہ کیا جائے۔ اور جنگ بدر میں سرداران مکہ کی جو وافر مقدار کام آئی ہے۔ اس کا بدلہ مسلمانوں سے لیا جائے۔

اس سلسلے میں قریش مکہ کا ایک گروہ ابوسفیان کے پاس آیا۔ اور اُسے پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہماری قوم کا خاتمہ ہو گیا۔ ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ہماری عزت اور عظمت ختم ہونے والی ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اب مسلمانوں کو مزید مہلت نہ دی

جائے۔ اور ان کے خاتمہ کے لئے جلد از جلد لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ ابو سفیان ان کی اس پیش کردہ تجویز سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے ان کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ اور بالآخر یہ طے پایا کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جنگ بدر کی تیاری سے کہیں زیادہ تیاری کی جائے۔ جنگ بدر کے دوران قریش کا تجارتی قافلہ جو بہت سارا نفع لے آیا تھا وہ ابھی تک امانتاً محفوظ تھا۔ اُسے بھی اسی مد میں شامل کیا گیا۔ جوش پھیلانے اور مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کو بھڑکانے کے لئے دو مشہور شاعر عمرو جمحی اور مسافع کو منتخب کیا گیا۔ یہ دونوں مکہ کے اطراف میں پھیل گئے اور اپنی آتش بیانی سے کفار مکہ کے دلوں کو گرمانے لگے۔

میدان جنگ میں ثابت قدمی اور جوش دکھانے کے لئے معزز گھرانوں کی عورتوں کو بھی فوج میں شامل کیا گیا۔ عربوں کا یہ دستور تھا۔ کہ جس لڑائی میں ان کے ساتھ عورتیں شامل ہوتیں۔ اس لڑائی میں انہیں اپنی جانوں کی پرواہ نہ رہتی۔ دیگر خواتین کے علاوہ ہند (عتبہ کی بیٹی) ام حکیم (عکرمہ کی بیوی)، فاطمہ بنت ولید (حضرت خالدؓ کی بہن)، برزہ (مسعود ثقفی کی بیٹی) ریطہ (عمرو بن العاص کی زوجہ) اور خناس (حضرت مصعب بن عمیر کی ماں) لشکر قریش میں شامل ہو گئیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو ابھی تک مکہ میں مقیم تھے) نے یہ تمام تفصیلات لکھ کر ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں۔ پانچویں شوال ۳ھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انس اور مونس کو خبر لانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حباب بن منذر کو بھیجا۔ تاکہ فوج کی تعداد کا اندازہ لگائیں۔ انہوں نے آکر پوری تفصیل بتائی۔ شہر پر حملہ کا اندیشہ قوی تھا۔ اس لئے سب سے پہلے اس کا انتظام کر لیا گیا۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ رات بھر مسجد نبویؐ کا پہرہ دیتے رہے۔

صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے رائے پوچھی۔ اکثریت کی رائے یہ تھی کہ عورتوں کو باہر قلعوں میں بھیجدیا جائے۔ اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عبد اللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے بھی اس رائے کی تائید کی۔ لیکن وہ نوجوان صحابہ جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اس بات پر مُصِر رہے کہ شہر سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ اور زرہ پہن کر باہر آئے تو ان صحابہؓ کو ندامت ہوئی کہ آپؐ کو خلاف مرضی نکلنے پر مجبور کیا۔ سب نے ندامت کا اظہار کیا۔ اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ پیغمبر کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ زرہ پہن کر اتار دے۔

جمعہ کے دن قریش مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے بعد ایک ہزار صحابہ کی معیت میں شہر سے نکلے۔ عبد اللہ بن ابی راستے ہی میں اپنی تین سو کی جمعیت سمیت لشکر اسلام سے یہ کہہ کر الگ ہو گیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میری رائے کو ٹھکرا دیا۔ اب صرف سات سو صحابہؓ رہ گئے۔ جن میں سے صرف ایک سو زرہ پوشؓ تھے۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد فوج کا جائزہ لیا گیا۔ اور کم عمر حضرات کو واپس کر دیا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو پشت پر رکھ کر صفیں باندھ لیں۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو علم سے نوازا گیا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام کو ایک رسالے کی افسری ملی۔ جب کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوج کے اس حصہ کا کمان دیا گیا۔ جو زرہ پوش نہ تھا۔ پشت کی طرف سے چونکہ حملہ کا قوی احتمال تھا اس لئے وہاں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ حضرت عبد اللہؓ بن جبیر کے انڈر میں بٹھایا گیا۔ اور انہیں یہ ہدایت کی گئی۔ کہ وہ کسی حال میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔

قریش نے بھی بڑی ترتیب سے صف آرائی کی۔ ایک

ساقہ پہ خالد بن ولید کو مقرر کیا دوسری طرف عکرمہ متعین ہوئے۔ سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کے حوالہ کیا گیا۔ تیر اندازوں کے دستے عبداللہ بن ربیعہ کے کمان میں دیئے گئے۔ طلحہ کو علم دیا گیا۔ دو سو گھوڑے سپیئر میں رکھدیئے گئے۔ تاکہ ضرورت کے وقت کام آسکیں۔

قریش کی عورتیں دف پر اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں کشتگان بدر کا ماتم اور انتقام خون جیسے مضامین شامل تھے۔ ہندہ دیگر ساتھیوں سمیت یہ رجز گائی رہی۔

نحن بنات طارق۔ ہم تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ اور قالینوں پر
نمشی علی النمارق چلنے والیاں ہیں۔ تم اگر بڑھ کر لڑوگے۔
ان تقبلوا نعانق۔ تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔ پیچھے ہٹو
او تدبروا نفارق گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔

ابو عامر فریبانہ انداز سے میدان میں آکر پکارنے لگا۔ "مجھ کو پہچانتے ہو، میں ابو عامر ہوں۔ انصار نے کہا۔ بدکار! ہم تجھے خوب پہچانتے ہیں۔ اس کے بعد قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا۔ کوئی ہے جو مجھے دوزخ میں پہنچا دے یا میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچ جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم صف سے نکلے اور کہا، "میں ہوں" یہ کہہ کر طلحہ پہ وار کیا۔ بعد اس وقت اسے جہنم رسید کیا۔ اسکے بعد طلحہ کا بھائی عثمان آیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت حمزہ رضؓ، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت ابو دجانہ رضؓ نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ یہ تینوں کفار کی فوجوں میں گھس گئے۔ اور صفوں کے صف صاف کر دیئے۔

وحشی جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کے آقا نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر وہ حمزہ رضؓ کو قتل کر دے تو آزاد کر دیا جائیگا حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ چنانچہ جیسے ہی اس نے حضرت حمزہ رضؓ کو دیکھا۔ تو اپنا حربہ آپ رضؓ کی طرف پھینک مارا۔ حضرت حمزہ رضؓ لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح قفس عنصری سے جدا ہو گئی۔

حضرت حنظلہ رضؓ نے کفار کے سپہ سالار (ابو سفیان) پر حملہ کیا۔ اور قریب تھا۔ کہ ان کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے۔ لیکن اچانک شداد بن الاسود نے ان پر حملہ کیا۔ اور وہ شہید ہوئے۔ کفاروں کے بے پناہ علم بردار قتل ہو گئے۔ حضرت علی رضؓ اور حضرت ابو دجانہ رضؓ کے بے پناہ حملوں نے ان کو بدحواس کر دیا۔ خاتونانِ حرم جو نازو انداز، سریلی آواز، نرم و گداز اور دل خراش کن الفاظ کے ذریعے کفار مکہ کے دلوں کو ابھارنے آئی تھیں۔ ٹھنڈی کی ٹھنڈی پڑ گئیں۔

مسلمانوں نے فضا کو صاف ستھرا دیکھ کر مال غنیمت کی طرف توجہ کی۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ تیر انداز جو پشت کی جانب متعین کئے گئے تھے۔ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ ان کی جگہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن جبیر چند جانبازوں کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن بالآخر شہید کر دیئے گئے۔ خالد بن ولید کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ سواروں کا دستہ لے کر اس نے حد درجہ بے جگری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو تلواریں ان کی سروں پہ منڈلا رہی تھیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت ہی کٹھن مرحلہ تھا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر رضؓ شہید ہوئے۔ وہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمشکل تھے۔ اس لئے یہ شور برپا ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی۔ اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس عالم اضطراب میں بعض کی تو ہمت ہی پست ہو گئی۔ بعض جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس حالت میں بھی تلوار چلاتے رہے اور دشمنوں کی صفیں الٹتے رہے۔ حضرت عمر رضؓ مایوس ہو کر تلوار چھوڑ بیٹھے۔ جب ابن نضر نے پوچھا۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ تو جواب دیا۔ "اب ہم لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شہادت پائی۔ آپؐ کے یہ الفاظ ابن نضر کے کانوں میں پڑے تو یہ بولے۔ اب ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ پھر فوج میں گھس کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

صحابہ کرامؓ میں سے ہر جس حال میں تھا۔ اسے اپنی پرواہ نہیں تھی۔ ان میں سے ہر ایک کی متلاشیانہ نظریں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھیں۔ جب کعب بن مالک کی سعید نظروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ تو زور زور سے پکارا مسلمانو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ کی جان میں جان آگئی اور سب اس طرف بڑھنے لگے۔ کفار نے دیکھا۔ تو اپنے مذموم عزم کو پورا کرنے کی غرض سے باقی تمام اطراف کو چھوڑ دیا۔ اور اسی جانب زور دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ جس طرف اٹھتی، کفار کے سر زمین پر دکھائی دیتے۔ حضرت زیادؓ بن مسکن انصاری نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا "کون مجھ پر جان دیتا ہے" تو پانچ انصاری لے کر آگے بڑھے جو ایک ایک کرکے جانِ شیریں سپردِ خدا کر گئے۔

قریش کا مشہور بہادر عبد اللہ بن قمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آگیا اور تلوار چہرہ انور پر ماری جس سے مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ کر رہ گئیں۔ صحابہ کرام چاروں طرف جمع ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہ رضؓ کی پیٹھ پر کفار کے تیر برس رہے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کو ان تیروں سے بچانے کے لئے جھک کر سپر بن گئے تھے۔ حضرت طلحہؓ تلواروں کی واریں اپنے ہاتھوں پر روک رہے تھے۔ زبان رسالت پر یہی الفاظ جاری تھے۔ رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون (پروردگار! میری قوم کو بخش دے یہ سب کچھ ان کی لاعلمی کا نتیجہ ہے) حضرت ابو طلحہؓ نے اتنے تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھ میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سر مبارک اٹھاتے۔ تو آپؓ عرض کرتے۔ ایسا نہ ہو کہ گردن مبارک پر کوئی تیر لگ جائے۔ اس لئے آپؐ گردن نہ اٹھائیں۔ حضرت سعدؓ وقاص کو آپ نے اپنا ترکش دے کر فرمایا۔ "تم پر میرے ماں باپ قربان" تیر مارتے جاؤ۔

کفار نے اپنا پورا زور لگایا۔ اس کے باوجود اپنے مقصد خاص کے حصول میں ناکام رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے۔ ابو سفیان نے دیکھا تو فوج لے کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی۔ حضرت عمرؓ اور چند صحابہ کرام نے پتھر برسا کر اُسے واپس ہونے پر مجبور کر دیا۔

مدینۃ المنورہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہاں ایک کھلبلی مچ گئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے تابی کے ساتھ دوڑتی ہوئی تشریف لائیں دیکھا تو چہرہ مبارک خون آلود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے پانی لے کر خاتونِ جنتؓ نے دھونا شروع کیا۔ لیکن خون بند نہ ہو سکا۔ اس لئے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا۔ اور زخم پر رکھ دیا۔ جس سے خون فوراً تھم گیا۔

ابو سفیان جو سامنے کی پہاڑی پر تھا۔ مسلمانوں کو پکارتا رہا۔ مسلمان آپؐ کے ارشاد کے مطابق خاموش تھے۔ بالآخر پکار اٹھا۔ سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ بول اٹھے۔ او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔

مستورات اور بچوں کی حفاظت کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمانؓ اور حضرت ثابتؓ کو مدینہ کے پاس قلعوں میں بھیجا تھا۔ شکست کی اطلاع ملتے ہی یہ دونوں حضرات احد کی طرف بڑھے۔ حضرت ثابت رضی اللہ کو مشرکین نے شہید کر دیا۔ حضرت یمان رضؓ کو مسلمان بجوم عام میں پہچان نہ سکے۔ اس لئے تلواروں کی زد میں آگئے۔

ہند (حضرت امیر معاویہؓ کی ماں) سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی لاش پر پھولوں کے ہار پہن کر گئی۔ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی۔

حضرت صفیہؓ کو جب حضرت زبیرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام سنایا۔ کہ اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھے۔ تو کہنے لگی۔ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں۔ خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ اپنے عزیز بھائی کے عزیز جسم کے بکھرے ہوئے ٹکڑے دیکھ کر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہا اور مغفرت کی دعا مانگنے میں مصروف ہو گئیں۔ مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ میں ستر حضرات شہید

باقی صفحہ ۲۳ پر

افادات حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر
ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی باطلہ

ترتیب:- علی اصغر چشتی صابری

۱۶- میں مسیح موعود ہوں

"تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔"

اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۰ اور ۲۳ اعجاز احمدی صفحہ ۷
تریاق القلوب طبع ربوہ صفحہ ۱۵۵

۱۷- میں مہدی ہوں

"مجھے مسیح اور مہدی بنایا گیا ہے۔"

(نجم الہدیٰ حاشیہ صفحہ ۲۸

۱۸- میں حارث مددگار مہدی ہوں

"واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابو داؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام کا...... نکلے گا جو آلِ رسول کو تقویت دے گا۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہو گا۔ دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں۔ اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے"

ازالہ اوہام چھوٹی تقطیع صفحہ ۹۹۔ طبع پنجم صفحہ ۳۵
(بڑی تقطیع) طبع دوم صفحہ ۳۳۔

۱۹- میں ملہم ہوں

"خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا" تریاق القلوب طبع قادیان صفحہ ۱۳۶ طبع ربوہ صفحہ ۱۵۵

۲۰- میں شفیع ہوں

"آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں"
دافع البلاء۔ تقطیع خورد صفحہ ۲۵، ۲۶

۲۱- میں مسیح موعود سے بہتر ہوں

"خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا"

دافع البلاء صفحہ ۲۷۔ تقطیع خورد طبع قادیان۔

۲۲- میں مریم ہوں اور عیسیٰ بھی ہوں

"براہین احمدیہ میں اوّل خدا نے میرا نام مریم رکھا۔ پھر اس میں صدق کا روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسیٰ رکھا"

حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۷۳، انجام آتھم صفحہ ۔۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۵ نزول المسیح حاشیہ ۲ کشتی نوح طبع قادیان صفحہ ۴۷ طبع ربوہ صفحہ ۷۶۔

۲۳ - میں مسیح ابن مریم ہوں

" وسمانی المسیح ابن مریم میرا نام مسیح ابن مریم رکھا"۔ انجام آتھم صفحہ ۵، حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۵ - ۱۹۲ حاشیہ صفحہ ۲، -

۲۴- میں ابن مریم سے بہتر ہوں

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو -
اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے -

" دافع البلاء، تختی کلاں صفحہ ۲۰ تختی خورد صفحہ ۳۹ طبع ربوہ وزشین (اردو) صفحہ ۶۴ -

۲۵- میں بیت اللہ ہوں

" خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا ہے "۔ حاشیہ اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۶ - تذکرہ (مجموعہ الہامات مرزا) صفحہ ۳۵ -

۲۶- میں حجر اسود ہوں

" یکے پائے من بوسید من گفتم کہ حجر اسود منم "
حاشیہ اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۶ - تذکرہ صفحہ ۳۶ - الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۱ -

۲۷- میں رسول ہوں

" سچا خدا وہی خدا ہے ۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" دافع البلاء، تختی کلاں صفحہ ۱۱ تختی خورد صفحہ ۲۳ - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴، ۱۰۳) انجام آتھم صفحہ ۶۲ -

۲۸- میں مظہر انبیاء ہوں

جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے ۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیا علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ۔ حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲،

(۲۹) میں آدم ہوں۔ (۳۰) میں شیث ہوں۔
(۳۱) میں نوح ہوں۔ (۳۲) میں ابراہیم ہوں۔
(۳۳) میں اسحاق ہوں۔ (۳۴) میں یعقوب ہوں۔
(۳۵) میں یوسف ہوں۔ (۳۶) میں موسیٰ ہوں۔
(۳۷) میں داؤد ہوں۔ (۳۸) میں سلیمان ہوں۔
(۳۹) میں یحییٰ ہوں۔ (۴۰) میں ظل محمد اور احمد ہوں۔

(و) اور آنحضرت کے نام کا مظہر اتم ہوں ۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲ -

(ب) چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یوسف، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے ۔ اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ دوبارہ اس امت میں پیدا ہو گئے ۔
نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۴ ۔

(۴۱) میں محمد ہوں۔ (۴۲) میں احمد ہوں۔
(۴۳) میں مصطفیٰ ہوں (۴۴) میں مجتبیٰ ہوں۔

(ز) خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے ۔
تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷
ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳ تا ۱۱ ۔

(ب) اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا ۔ تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا ۔ پھر فرمایا ہر بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا ۔
نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵ -

۴۵- میں احمد مختار ہوں

آدمم نیز احمد مختار
در برم جامۂ ہمہ ابرار
آں چہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

نزول المسیح صفحہ ۹۹

۴۶ اسمہ احمد کا مصداق میں ہی ہوں

" اور جب کہ آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی

اسمہٗ احمد" میں یہ اشارہ ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دنیا کو پھیلائے گا۔

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۲ طبع ربوہ

طبع قادیان تختی کلاں صفحہ ۲۱ -

۴۷ - میں رحمۃ للعالمین ہوں

مرزا کو الہام ہوا "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" یعنی و گفت ترا از بہر ہیچ غرض فرستادم کہ بر تمام جہانیاں رحمت کنیم۔ انجام آتھم صفحہ ۷۸

۴۸ - میں خاتم الانبیاء ہوں

"کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں۔ کہ میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم، بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں" ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۰۔

۴۹ - میں صاحب شریعت نبی ہوں

پہلے یہ تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند اوامر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا.... پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔

اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶

۵۰ - میں تمام انبیاء سے افضل ہوں

سوائے آنحضرت ﷺ کے

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثنار ہمارے نبی ﷺ کے تمام انبیاء علیہم السلام ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔ اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے۔ اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۶

نزول المسیح صفحہ ۱۰۲-۱۰۱ (مندرجہ اشعار)

۵۱ - میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں

"لہ خسف القمر المنیر وان لی
غسا القمران المشرقان اتنکر"

اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظہور ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔

اعجاز احمدی صفحہ ۷۱ نیز تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ طبع قادیان صفحہ ۶۷ پر طبع ربوہ پر

مرزا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) لکھی ہے۔ اور مرزا نے اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶ پر دس لاکھ بتائی ہے۔

۵۲، ۵۳، ۵۴

میں فرشتہ ہوں: میں میکائیل ہوں۔

میں خدا کی مثل ہوں۔ اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت استعارہ فرشتہ کا لفظ آ گیا ہے۔ اور دانیل (دانیال) نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں۔ خدا کی مانند۔

اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۰ حاشیہ) (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ ۲۵)

۵۵ - میں مظہر خدا ہوں

میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے... ... انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴۔

انت منی بمنزلۃ اولادی:-

اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۳

بقیہ :- خصائل نبوی ص

کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔ سودی معاملہ کرنا۔ یتیم کا مال کھانا۔ رشوت لینا۔ اصول یعنی والدین وغیرہ کی نا فرمانی کرنا۔ قطع رحم کرنا۔ جھوٹی حدیث بیان کرنا۔ رمضان کا روزہ توڑ دینا۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔ فرض نماز کو وقت کے آگے پیچھے پڑھنا۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ مسلمان کو یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو، نا حق مارنا۔ کسی اصحابی کی شان میں گستاخی کرنا۔ غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم کی یا حافظ قرآن کی۔ کسی ظلم سے چغلی کھانا۔ دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا۔ قرمساقی یعنی بھڑوا پن کرنا کہ اجنبی مرد عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینا یعنی نیک کاموں کا حکم اور بُری باتوں سے روکنے کو با وجود قدرت کے چھوڑ دینا۔ جادو کا سیکھنا یا سکھانا۔ کسی پر جادو کرنا۔ قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا۔ بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونا۔ اور اُس کے عذاب سے نہ ڈرنا۔ عورت کا خاوند کی نا فرمانی کرنا اُس کی خواہش پر بلا وجہ انکار کرنا۔ چغلی کھانا۔

ملا علی قاریؒ نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے، مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبائر کا مستقل باب ہے اُس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنوایا ہے اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اُس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اس کی طرف امور سونپنے میں یعنی جیسے اللہ جلّشانہٗ کے سب کام سپرد ہیں اسی طرح اور کو بھی جانے۔ نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں۔

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا۔ نشہ کی چیز پینا۔ اپنے محرموں سے نکاح کرنا۔ جوا کھیلنا۔ کفار سے دوستی کرنا۔ باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا۔ مُردار کا گوشت کھانا۔ نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا۔ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو بُرا کہنا یا ان کا انکار کرنا۔ صحابہ کرام کو بُرا کہنا۔ بیوی

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت

اور

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

کا نیا

ٹیلیفون نمبر ۷۱۶۱ نوٹ کر لیں

اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا۔ اسراف کرنا۔ فساد کرنا۔ کسی کے سامنے ننگا ہونا۔ (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا۔ پیشاب اور منی سے پاک نہ کرنا۔ یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا۔ تقدیر کو جھٹلانا تکبر کی وجہ سے پائنچے ٹخنوں سے نیچے کرنا نوحہ کرنا بُرا طریقہ ایجاد کرنا محسن کی ناشکری کرنا۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ حائضہ سے صحبت کرنا۔ غلہ کی گرانی سے خوش ہونا۔ جانور سے بدفعلی کرنا۔ امرد کو شہوت سے دیکھنا۔ کسی کے گھر میں جھانکنا۔ عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا۔ اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو اُن کے درمیان مساوات نہ کرنا۔ امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ بتلائے ہیں۔ ان کبائر میں بھی درجات ہیں اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کے بڑے گن فرمایا گیا ہے۔ اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ و استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہو جاتا ہے۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنیکا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اس کے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی۔ توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہیئے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔

اعلان

جولائی ۱۹۸۲ء میں

ہفت روزہ ختم نبوت کے لیے

جن حضرات نے سالانہ چندہ جمع کرایا تھا۔ انہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ اپنے چندہ کی تجدید فرمائیں!

منیجر

نقد و تبصرہ

بر کنز الایمان و خزائن العرفان

احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ

اور مولوی نعیم الدین مرادآبادی کے حاشیہ کی علمی و فنی غلطیوں کا

بے لاگ جائزہ !!!

اور خامیوں کا

خوب تعاقب

صفحات ۔ ۸۸

انشا

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب

مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ

خالو خیل .. ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

بقیہ : غزوۂ احد

ہوئے ۔ انہیں بے غسل خون آلود بدن کے ساتھ دفن کیا گیا ۔ اس وقت مسلمان بہت ہی تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے ۔ زخم لگے ہوئے تھے ۔ بدن چور چور تھا ۔ اتنے میں یہ خیال دامنگیر ہوا ۔ کہ کہیں ابو سفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہو ۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر ستر آدمیوں کی جماعت تیار ہو گئی ۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے ۔

ابو سفیان جب مقام روحا تک پہنچا ۔ تو کہنے لگا ہم

جاء الحق وزهق الباطل

ان الباطل

كان زهوقا

اپنے مقصد میں ناکام رہ گئے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ہی دن حمراء الاسد تک تشریف لے گئے ۔ قبیلہ خزاعہ کا رئیس معبد خزاعی جو اسلام کو چاہتا تھا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور واپس جا کر ابو سفیان کو یوں سمجھایا ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے آ رہے ہیں کہ ان کا مقابلہ نا ممکن ہے ۔" یہ سن کر ابو سفیان واپس ہو گیا ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو ہر گھر کو ماتم کدہ پایا ۔ ہر طرف سے ماتم کی آوازیں آ رہی تھیں ۔ ہر شہید کو یاد کیا جا رہا تھا ۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کوئی نوحہ خوان نہیں تھا ۔ رقت کے جوش میں فرمایا ۔ امّا حمزة فلا بواكي له ۔

انصارؓ یہ سن کر تڑپ اٹھے ۔ تھوڑی ہی دیر بعد خواتین جمع ہوگئیں ۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کا ماتم بلند کیا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی ۔ اور پردہ نشینان انصار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا ۔ میں تمہاری ہمدردی کا شکر گذار ہوں ۔ لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں ۔

بقیہ : اداریہ

چودھری ظفر اللہ خاں مراد ہے ۔ قاتل) کے ذریعہ متعارف ہوا ، اس نے اپنے حالیہ ترجمہ قرآن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں اسلام کے بنیادی عقیدے کی نفی کی ہے ، اس کا ترجمہ قرآن یہودی اور قادیانی پروپیگنڈے سے قریب ترین ہے ۔ جس کی مثال ختم نبوت کی تشریح ہے ۔"

(جنگ کراچی ، ۱۷ ، جولائی ۱۹۸۳ء)

ہم نے مولانا نورانی اور شاہ فرید الحق کے الزامات کی تحقیق کے لئے ضروری سمجھا کہ لیوپولڈ اسد کے عقائد و نظریات کا خود اس کی اپنی تحریروں کے آئینہ میں مطالعہ کیا جائے ۔ چنانچہ اس کے ترجمہ قرآن اور تشریحی حواشی کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ شخص اپنے عقائد کے لحاظ سے واقعی مشکوک ہے اور مولانا نورانی کا الزام محض الزام نہیں ۔ بلکہ ایک حقیقت واقعہ ہے ۔ (ہم اسی شمارے میں اس کے ترجمہ قرآن کے اقتباسات ایک مضمون کی شکل میں پیش کر رہے ہیں ۔ ہم مولانا انصاری اور دوسرے غیرت مند مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ لیوپولڈ اسد کو دستوری کمیشن سے نکلوائیں ، ورنہ خود کمیشن سے نکل جائیں ۔

ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار ۔

قوم نہ ایسے مشکوک فرد کو جو قادیانیوں جیسے عقائد رکھتا ہو کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہے ۔ اور نہ قادیانیوں کے ہم نوالہ و ہم پیالہ لوگوں کو جو " اسلامی دستور " کی آڑ میں لیوپولڈ کو اسلام کا ہیرو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

WEEKLY Khatme-Nubbuwat KARACHI
Registered S. No. 3220

بیادِ حضرت والد صاحب (مرحوم)

نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ

شجر سایہ دار تھا نہ رہا — گوہر آبدار تھا نہ رہا
دارِ فانی میں اپنا اے ہمدم وہی ایک غمگسار تھا نہ رہا

مرشد و شیخ، عالم و عابد، زندگی جسکی ایک نمونہ تھی
میں حقیقت بیان کرتا ہوں چہرۂ تابدار تھا نہ رہا

بیٹھ جاتے تھے جب وہ مجلس میں اہل مجلس کا حال کیا کہنا
علم و فکر و ادب کے میداں میں کیا عجب شہسوار تھا نہ رہا

کیسی روشن ضمیری تھی انکی ۔ دل نہیں آئینہ تھا سینہ میں
وسعتِ فیض کا تو کیا کہنا ، سمجھو ابر بہار تھا نہ رہا

رب ہی کا دین ہے جسے بھی دے، یہ تو انسان کے بس کی بات نہیں
بولنے میں تھا کیا اثر انکا ، شہد کا جیسے بار تھا نہ رہا

سب کو جانا ہے اپنی باری پر مستقل زندگی کسی کی نہیں!
آپ رخصت ہوئے سبب ہے یہی گرچہ ایک تاجدار تھا نہ رہا

گل کی ڈالی پہ مسکن بلبل یا الٰہی عجب نظارہ تھا
چمنِ رنگ و بو میں اے چشتیؔ آہ فصلِ بہار تھا نہ رہا!

علی اصغر چشتی صابری